www.novelsclubb.com
فریب تیری ذات کا
از قلم مریم بتول جکھڑ
IG / FB: NOVELSCLUBB

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

فریب تیری ذات کا

از قلم

مریم بتول جکھڑ

www.novelsclubb.com

چاندنی رات خنکی میں ڈوبی تھی۔درختوں کے اُس پار پورا چاند بے حد خوبصورت تھا۔وہ اندر چائے دے کر خود باہر آگئی تھی۔امرود کے درخت کے قریب ھی اِدھر سے اُدھر چکر کاٹتے ھوئے اُس کے ھاتھ میں چائے موجود تھی۔

اسد اور الماں،فاطمہ خاتون کے ساتھ اُن کے کمرے میں ھی تھے۔

الماں تو واپس جا رھا تھا مگر اسد بھائی نے اُسے روک لیا تھا۔اِس لئے آج رات وہ یہیں رہنے والا تھا۔

مگر انا اِس وقت اُس کے بارے میں نہیں سوچ رھی تھی۔اُسکے چہرے پر سنجیدگی رقم تھی۔

اِس گاؤں میں آئے ھوئے اُنہیں ابھی تین سال ھی ھوئے تھے۔بہت آزمایا گیا تھا اُنہیں۔اُسکی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں ایک ایک یاد کا عکس تھا۔سیاہ سے سیاہ یاد۔۔۔تاریک سے بھی تاریک رات کا عکس۔

www.novelsclubb.com

ماضی بُھلائے نہیں بھولتا۔یہ ہر وقت ہمارے ساتھ رھتا ھے، کسی سائے کی طرح۔ماضی ہماری پرچھائی ھوتا ھے۔۔۔اور کبھی کبھی انسان اپنی ھی پرچھائی سے ڈر جاتا ھے۔

اُسکے ھاتھ میں موجود چائے سے نکلتا دھواں فضا میں تحلیل ھوتے ھوتے عنقا ھو گیا۔

اُس نے چائے کا گھونٹ بھرا۔وہ جسمانی طور پر حال میں ھی تھی مگر ذہن ماضی کی کئی تلخ یادوں میں اٹکا ھوا تھا۔زندگی جتنی آسان نظر آتی ھے اُتنی ھوتی نہیں۔

اُسی پل اُسے اپنے قریب کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔اُس نے پلٹ کر دیکھا۔وہاں الماان تھا۔

"کیسی ھو؟"اُسکے تاثرات صبح کی نسبت سنجیدہ تھے۔

"ٹھیک ھوں۔" اُس نے بھی اُسی انداز میں جواب دیا اور ٹھنڈی ھوتی چائے پینے لگی۔

"برا تو نہیں لگ رھا میرے یہاں ھونے سے؟" وہ اُفق پر موجود درختوں کے پیچھے سے جھانکتے چاند کو دیکھ رھا تھا۔

"لگ رھا ھے۔" اُس نے کہا اور پھر چائے ختم کرنے لگی۔

"اِسی لئے یہاں ھوں۔" وہ ایک بھی لمحہ ضائع کئے بغیر بولا۔ انا نے ضبط سے چہرہ موڑ کر اُسے دیکھا۔

"کیا ھوا؟ تمہیں برا لگ رھا ھے تو اِس سے مجھے بھلا کیا فرق پڑے گا؟" اُس نے بھی چہرہ موڑ کر شانے اُچکائے۔

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" انا نے اُسی سنجیدگی سے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

"کتنا جانتی ھو تم مجھے۔" وہ دونوں ھی بہت بے تُکے انداز میں ایک دوسرے سے بحث میں مگن تھے۔

"تم خود یہی چاھتے ھو کہ تمہیں کوئی جانے۔" اُسکا لہجہ ویسا ھی دھیما رھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے دو قدم کے فاصلے پر ایک دوسرے کے برابر ایک ھی سمت میں کھڑے تھے۔

انا کے ھاتھ میں موجود کپ اب خالی ھو چکا تھا۔ اور وہ خالی کپ اُسے بوجھ لگنے لگا تھا۔ بالکل المان کی باتوں کی طرح۔۔۔ وہ بھی تو کسی بھی قسم کے احساس سے خالی تھیں، خالی ھی رھیں۔

"انا زادی؟ تم بہت عجیب ھو۔" اُس کی نظر چاند سے پھسل کر اُس کے قریب ھی موجود چمکدار ستارے پر پڑی تھی۔

"ھاں جانتی ھوں۔۔۔ کہ تمہیں میں بہت عجیب لگتی ھوں۔ کیونکہ میں سروائیور ھوں۔ لوگوں کو ہر وہ انسان عجیب لگتا ھے جو اُن حالات میں سروائیو کر جاتا ھے

جہاں زندہ رہنا مشکل ہو۔" اُسکے تاثرات میں تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ کب سے آنکھوں میں سنجیدگی لئے اُنہیں تھکا رہی تھی۔

"تم مجھے عجیب لگتی ہو کیونکہ تمہیں خود میں کوئی خامی نظر نہیں آتی۔" کیا کوئی دن ایسا تھا جب وہ اُسے طنز کئے بغیر گزر گیا ہو۔

"تم بتا دو مجھے کہ کیا خامی ہے مجھ میں؟" وہ چہرہ اُسکی جانب موڑ کر متوجہ ہوئی۔

"میں بتاتا ہوا اچھا نہیں لگتا۔۔۔ بہتر ہے کہ انسان اپنے بارے میں خود سے پوچھے۔ کیونکہ اپنے آپ پر اتنا اعتماد بھی اچھا نہیں ہوتا۔" اُس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"مجھے ایک امرود اُتار دو گے المان؟" انا نے اپنے سامنے کھڑے امرود کے درخت کو دیکھا۔

"اِس وقت امرود؟" وہ اُسکے اچانک کہنے پر نا سمجھی سے بولا۔

www.novelsclubb.com

"ھاں، تمہارے سر میں مارنا ھے۔" وہ معصومیت بھری سنجیدگی لئے اُسے دیکھ کر بولی تو المان نے اُس پر ایک خفگی بھری بیکار سی نگاہ ڈالی۔

"وہ امرود تم اپنے ھی سر میں مار لینا، تاکہ کچھ ہوش آجائے۔" اُس نے جواباً کہا۔

"تم مجھے بے ہوش ھی کیوں نہیں رھنے دیتے؟"

"تم کوئی سلیپنگ بیوٹی نہیں ھو جسے ہوش میں لانے کے لئے کوئی مراجا رھا ھو۔" وہ سکون اور سنجیدگی سے بولتے بولتے اب اپنے لہجے دوبارہ اپنانے لگے تھے۔

"تم مجھ سے بات بھی مت کیا کرو۔" وہ غصے سے کہتی پیر پٹختی وہاں سے آگئی۔

چاھے آپ خوش ھوں یا غمگیں۔۔۔اِس شخص سے بات کرکے آپ کو ھمیشہ غصہ ھی آئے گا۔اُس نے لمحے بھر کے لئے سوچا۔

★★★★★

www.novelsclubb.com

اسلام آباد کی سڑکوں پر معمول کی چہل پہل جاری تھی۔ماحول کہر آلود ھو رھا تھا۔ ایسے میں یونیورسٹی کی راہداری سے ھو کر گزرتا وہ اُن کے آفس کی جانب بڑھ رھا تھا۔

"جی سر______آپ نے یاد کیا؟" وہ دروازہ کھولتے ساتھ ھی سامنے کرسی پر بیٹھے شخص سے مخاطب تھا۔

"آؤ بیٹھو۔" اُنھوں نے اثبات میں سر ہلاتے ھوئے میز کے دوسری طرف پڑی کرسی کی جانب اشارہ کیا۔وہ آہستگی سے قدم اُٹھاتا آگے بڑھا اور پھر اُن کے مقابل سیدھا ھو کر بیٹھ گیا۔

"تم آج کل بہت اُکھڑے ھوئے سے لگ رھے ھو مجھے۔۔۔کیا پریشانی ھے؟ پیسہ کم ھے؟ گزارہ مشکل ھو رھا ھے یا کوئی اور مسئلہ ھے؟" سر توصیف نے عینک اُتار کر میز پر رکھی اور بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔

حیدر نے ایک لمحے کے لئے پلکیں اُٹھا کر اُنھیں دیکھا پھر سکون سے گویا ھوا۔

"آپ سے تو کچھ نہیں چھپاؤں گا اور نہ ھی چھپا سکتا ھوں، سر آپ نے آج تک میرے لئے جو کچھ بھی کیا میں سمجھتا ھوں کہ آپ میرے لئے میرے باپ سے بڑھ کر ھیں، اِتنی فکر اُن کو نہ ھوتی میری۔ جتنی آپ کرتے ھیں۔ لیکن پھر بھی میں چاھتا ھوں کہ کسی طرح سے آپ کا قرض چکا دوں۔۔۔ میں اب خود مختار بننا چاھتا ھوں، آپ پر مزید انحصار کرنا میرے بوجھ میں اضافہ کر دے گا۔" وہ ذرا سا سر جھکائے صاف گوئی سے کہہ رھا تھا۔ سر توصیف اُسے بغور دیکھتے رھے۔

"میں نے جو تمہارے لئے کیا اُسے میں کچھ بھی نہیں سمجھتا سوائے اِس کے کہ اُس میں میری خوشی تھی۔ اور میں خود بھی چاھتا ھوں کہ تم اب خود مختار بنو۔۔۔ اِس عمر میں بچے اپنے والدین کا بوجھ ہلکا کرتے ھیں، اُن کا سہارا بنتے ھیں، اور مجھے تم پر فخر ھو گا جس دن تم اپنے پاؤں پر پوری طرح سے کھڑے ھو جاؤ گے، لیکن ایک بات یاد رکھنا۔۔۔ مجھے ھمیشہ تمہاری فکر رھے گی۔" وہ مضبوط لہجے میں بولے۔

حیدر اُنہیں دیکھ کر مسکرایا۔

www.novelsclubb.com

"میں کوشش کر رہا ھوں۔۔۔۔میں چاھتا ھوں کہ میرا جو بھی کام ھو وہ اصلاح کے لئے ھو۔۔۔۔اللہ کی خاطر ھو۔۔۔۔میں بہت زیادہ پیسہ نہیں کمانا چاھتا۔۔۔بس اتنے پیسے ھی کافی ھیں کہ گزارہ ھو جائے۔۔۔میں بس یہ چاھتا ھوں کہ میں دنیا میں کسی نہ کسی کے لئے ہدایت کا ذریعہ بن سکوں۔۔۔میرے لئے اِسی کام میں سکون ھو گا۔۔۔اور میں سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاھتا ھوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع دیا کہ میں بول سکوں۔۔۔۔اپنے خیالات ظاھر کر سکوں۔" وہ نرم مزاج رکھنے والا شخص تھا،اُسے بات کرتے دیکھ کر لوگوں کو رشک آتا تھا۔

"ابھی تمہیں بہت آگے تک کا سفر طے کرنا ھے حیدر۔۔۔۔تمہارے پاس علم ھے تو اُس کا استعمال کرو۔۔۔اُس دن سیمینار میں تمہیں دیکھا میں نے۔۔۔تم بہت جذباتی بھی ھو گئے تھے۔۔۔کیا سوچ رھے تھے تم؟اُس دن مجھے لگا جیسے تمہارا لوگوں سے دل اُٹھ رھا ھے۔۔۔تمہاری آنکھوں میں کچھ تھا،جسے میں سمجھ نہیں

www.novelsclubb.com

پایا۔" وہ اپنی اُلجھن بیان کر رہے تھے۔ حیدر کے چہرے پر بے بسی کے نشان تھے۔ وہ کچھ دیر اُن کے میز پر رکھے دنیا کے گلوب کو دیکھتا رہا پھر اپنے دائیں ھاتھ کی انگلیوں سے اُس نے گلوب کو گھمایا۔

"سر مجھے انسان پر حیرت ھوتی ھے، اور افسوس بھی۔۔۔ جب جب مجھ پر انسان کی حقیقت کُھلتی ھے تو مجھے تکلیف ھوتی ھے۔۔۔ اور پھر شرمندگی بھری ایک ھی سوچ میرے ذہن میں آتی ھے۔۔۔ کہ انسان بہت بڑے خسارے میں ھے۔۔۔ آپ کو پتا ھے میں سوچتا بہت ھوں، اور جب انسان سوچ کی گہرائیوں تک پہنچتا ھے تو اُس پر راز کُھلتے ھیں، حقیقت آشکار ھوتی ھے۔ اور میں نے خود کو بھی اُنہی لوگوں میں پایا جن کا کوئی مقصد نہیں۔" وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ سر توصیف نے اُسے بہت بے چین ھوتے دیکھا تھا۔

"کیا کہنا چاہ رہے ھو حیدر؟ تم اپنے آپ سے مطمئن نہیں ھو یا تمہیں اپنے اندر بہتری محسوس نہیں ھو رھی؟" وہ بولے۔

www.novelsclubb.com

"سر میں نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا۔۔۔نہ کبھی دنیا کی محبت رکھی ھے، لیکن میں نے ایک کام ایسا ضرور کیا ھے جو مجھے نہیں کرنا چاھیئے تھا۔جو مجھے ابھی بھی چبھتا ھے۔"اُس نے پیچھے ھوتے ھوئے کرسی سے ٹیک لگائی۔اُنھوں نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"میں نے اپنی زندگی کا وہ حصہ جس میں مجھے امتحان کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔۔۔میں نے وہ حصہ یوں ھی محنت کئے بغیر گزار دیا۔۔آپ کو لگتا ھے کہ میں پاس ھو گیا ھوں گا؟مجھے اِن چار سالوں میں پہلے دو سال تو بس خود کو سمیٹنے میں لگ گئے،تب میں صرف اپنی طرف متوجہ رھا۔۔۔میں نے یہ جاننے کی کوشش ھی نہیں کی کہ میرے ساتھ جو ھوا وہ کیوں ھوا۔۔۔میں اُس وقت غصے میں تھا اور میں پہچان ھی نہیں پایا کہ زندگی مجھے کس لئے آزما رھی ھے۔۔۔۔یہ بات مجھے تب سمجھ آئی جب پہلی بار مجھے یہ شوق پیدا ھوا کہ قرآن کو پڑھوں۔۔۔۔جب میں نے قرآن کو سمجھا تو لگا جیسے اپنی زندگی کے تئیس سال میں نے ضائع کر دیے۔"وہ

خاموش ھو گیا۔اور وہ خود بھی نہیں سمجھ پایا کہ اُس کا دل تیزی سے کیوں دھڑک رھا ھے۔ سر توصیف نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں یہ سمجھتا ھوں حیدر کہ تمہاری آزمائش ابھی ختم نہیں ھوئی۔۔۔تم جہاں تھے آج بھی تم وہیں کھڑے ھو۔۔۔ تبدیلی آئی ھے تو صرف اتنی کہ اب تم سمجھدار ھو گئے ھو، تمہیں غصے پر قابو کرنا آ گیا ھے،اور یہ سب اللہ کے قُرب کی وجہ سے ھوا ھے۔۔۔جب تک تم اُس سے دور تھے تم کہیں نا کہیں انا پرست تھے۔۔۔اور پھر اللہ نے تمہیں ھی کیوں چُنا؟ کیوں تمہارے دل میں یہ شوق پیدا ھوا کہ تم اپنے خالق کے بارے میں جانو؟ ہدایت کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ھوتا۔۔۔جب بھی ملے غنیمت ھے۔اور آج جب تم اپنے علم کو لوگوں تک پہنچا رھے ھو تو تم یہ سوچ رھے ھو کہ ہدایت پر نہیں ھو؟ یہ مان لو کہ تم اللہ سے بغاوت نہیں کر سکتے۔۔۔کیونکہ تمہیں اُس سے محبت ھے۔" وہی تھے جو اُسے کبھی بھی گرنے نہیں دیتے تھے اور آج ایک بار پھر اُنھوں نے اُسے گرنے نہیں دیا تھا۔حیدر کے

www.novelsclubb.com

دل کو تسلی ملی تھی۔یوں جیسے کسی نے اُس کے زخموں پر مرہم رکھ دیا ھو۔اُس نے تشکر آمیز نظروں سے اُنہیں دیکھا۔

"دیکھو حیدر۔۔۔کوئی بھی انسان پرفیکٹ نہیں ھوتا، ھمیں دوسروں کو جج کرنے کا حق نہیں ھے جب تک ھم اپنے آپ کو صحیح طریقے سے نہ پہچانتے ھوں۔تم اتنا زیادہ مت سوچا کرو۔۔۔خود کو نارمل رکھو۔اور کوئی سیٹ اَپ کروادوں گا میں تمہارے لئے فکر مت کرو۔جاؤ اور سکون سے بیٹھو۔بلکہ آرام کرو کچھ دیر، آرام کرنے سے مراد ھے اپنی باڈی کے ساتھ ساتھ اپنے مائنڈ کو بھی آرام دینا۔"وہ اُسکے لئے بہت حساس نظر آرھے تھے۔حیدر اثبات میں سر ہلاتا ھوا وہاں سے اُٹھ آیا تھا۔

اُسکا رُخ ڈیپارٹمنٹ کی جانب تھا۔وہ وہیں اپنے ڈیپارٹمنٹ کے باھر سیڑھیوں کے قریب دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا ھو گیا۔آس پاس سے اسٹوڈنٹس گزر رھے تھے مگر سوچوں میں غرق انسان ارد گرد کیا دھیان دے گا؟

وہ محض اپنی ذات میں قید تھا۔لوگوں سے بے نیاز، تخیلاتی دنیا کے عکس میں قید۔

کیسے وہ ڈیپارٹمنٹ کے باہر کھڑے کھڑے ھی چار سال قبل کی دنیا میں چلا گیا تھا۔ تخیلاتی دنیا کا یہی فائدہ ھے کہ یہاں وقت کی قید نہیں ھوتی،انسان کبھی بھی کہیں بھی جاسکتا ھے،وقت سے پیچھے بھی اور وقت سے آگے بھی۔وہ بھی اِس دنیا میں رہتے ھوئے وقت سے پیچھے چلا گیا تھا۔

چار سال قبل۔۔۔۔۔۔

اُس روز اُس نے جذباتی پن میں آکر گھر سے جانے کا فیصلہ تو کر لیا تھا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جائے گا۔وہ کچھ نہیں جانتا تھا مگر اُسے پھر بھی اِس بات پر ذرا بھی پچھتاوا نہیں ھوا تھا کہ اُس نے اپنے باپ کی بات نہیں مانی۔اُسکا ماننا تھا کہ وہ حق پر ھے اور اُس نے خود کے ساتھ ھونے والی زیادتی کو روکا ھے اور کسی نہ کسی حد تک وہ اپنی اِس سوچ میں درست بھی تھا۔

اُس وقت اُسکی عمر اکیس برس تھی۔ وہ اسلام آباد میں ایک یونیورسٹی سے آئی ٹی میں ماسٹرز کر رھا تھا۔ ماسٹرز کا دوسرا سمیسٹر شروع ھونے والا تھا۔ اور اُسے گھر سے نکال دیا گیا تھا۔ اِس کا صاف مطلب تھا کہ اب اُسکا اپنے باپ سے ہر تعلق ٹوٹ گیا تھا سوائے اِس حقیقت کے کہ وہ اُسکا باپ تھا۔ اب نہ تو اُسکے پاس کوئی بینک اکاؤنٹ بچا تھا اور نہ ھی کوئی اور پیسے تھے جن سے وہ اپنی اگلی فیس ادا کر سکتا۔ ذہن میں ایک انتشار سا پھیل گیا تھا۔ کچھ بھی سمجھ نہیں آ رھا تھا کہ کہاں جائے گا، کیا کرے گا۔

اُس روز وہ سارا دن سڑکوں پر مٹر گشت کرتا رھا تھا۔ رات کے وقت سونے کے لئے جگہ تک نہیں تھی۔ اُس نے ریلوے اسٹیشن کے چھت کے نیچے ھی رات گزاری تھی۔ نیند تو آئی نہیں تھی البتہ ہر قسم کی مثبت اور منفی سوچیں اُسکے ذہن کو اپنے حصار میں لئے ھوئے تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اب کیا کرے گا، کیسے کرے گا؟ اور کہاں جائے گا؟

www.novelsclubb.com

اور اُس نے فجر کی نیلاہٹ اُترنے تک یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اسلام آباد ھی جائے گا۔ جو کچھ بھی کرنا ھوگا وہیں کرے گا۔ جو بھی ھو جاتا مگر وہ پڑھائی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ فجر کی اذان کے بعد وہ وہاں سے اُٹھ کر مسجد کی طرف بڑھ گیا تھا۔ بس بے ساختگی میں ہی۔۔۔

نماز ادا کی۔ یہ نماز بہت تھکن میں ادا کی گئی تھی۔ پچھلے کئی سالوں میں یہ اُسکی گنتی شدہ نماز تھی۔ جو اُس نے جانے کس احساس کے تحت تھکن اور غائب دماغی کی حالت میں پڑھی تھی۔ کبھی کبھی جب انسان کو کچھ نہیں سوجھ رھا ھوتا تو وہ اللہ ھی کی طرف رجوع کرتا ھے۔۔۔ اُسے نہیں یاد پڑتا تھا کہ آسانی میں آخری بار اُس نے کب نماز پڑھی تھی۔

لیکن اُسکے سفر کا آغاز اُس دن ھو گیا تھا۔ وہ اپنے ایک جاننے والے سے چند ہزار روپے ادھار لے کر دوبارہ اسٹیشن پہنچا تھا۔ اُسے اسلام آباد جانا تھا۔

ریل گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اُس نے ایک آخری نظر اپنے شہر پر ڈالی تھی۔

"گجرات______مجھے تم بہت یاد آؤ گے !!

کچھ آخری کلمات بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔

اور وہ چلا گیا تھا۔

اسلام آباد اُس کے لئے نیا نہیں تھا۔وہ یہاں بہت بار آ چکا تھا اور آ کر رہ بھی چکا تھا۔ لیکن اِس بار کچھ نیا تھا۔پہلے وہ اکیلا نہیں آتا تھا، واپس جانے کا خواب ساتھ لے کر آتا تھا۔ مگر اِس بار وہ احساس کہیں دفن ہو گیا تھا۔

اسلام آباد پہنچ کر اُس نے چھوٹی موٹی نوکری تلاش کرنی چاہی تھی مگر بے سود۔

رات کے وقت وہ یونہی فُٹ پاتھ پر تھکا ہارا بیٹھا تھا۔ تھکن اور تکلیف چہرے پر ظاہر ہو رہی تھی۔ سڑک کے قریب بہت کم لوگ تھے۔ سامنے سے چند گاڑیاں گزرتی دکھائی دے رہی تھیں۔

فٹ پاتھ کے نزدیک ھی بائیں جانب کو ایک گلی جاتی تھی۔ وہاں تاریکی کے سوا کچھ نہ تھا۔

کچھ لمحات کے بعد اُس گلی کے قریب کھڑے چند لڑکوں کی آوازیں اُسکے کانوں میں پڑیں تو وہ لاشعوری طور پر اُس طرف متوجہ ھوا۔

"آج باکسنگ کمپیٹیشن دیکھنے کا مزہ آئے گا۔۔۔ وہاں میرا فیورٹ باکسر آنے والا ھے۔" وہ کسی باکسنگ کے مقابلے کی بات کر رھے تھے۔ حیدر کو دلچسپی ھوئی۔

"ھاں مجھے بھی را کی بہت پسند ھے۔۔۔ کوئی بھی اُسکے سامنے نہیں ٹِک سکتا۔ حالانکہ اُسے آئے ہوئے ابھی عرصہ ہی کتنا ہوا ہے۔" دوسرے لڑکے نے تائید کی۔ وہ لڑکے اب مزید باتیں کرتے ھوئے اُس تاریک گلی میں آگے بڑھ گئے تھے۔

حیدر یکلخت ھی اُٹھ کر اُن کے پیچھے گیا۔ وہ اُن کا تعاقب کرتا رھا جب تک کہ وہ اُس جگہ نہیں پہنچ گئے جہاں وہ مقابلہ ھو رھا تھا۔

حیدر کے دماغ میں اُس وقت جو خیال آیا تھا وہ کسی طور بھی ٹھیک نہیں تھا۔اور شاید زندگی میں پہلی باراُس نے کوئی ایسا خطرناک فیصلہ لیا تھا۔کسی باکسر سے پنگا لینے کا فیصلہ۔

ایک لمحے کے لئے تو اُس نے اپنے خیال پر خود ہی جھر جھری سی لی تھی۔ مگر اگلے ھی لمحے بہت سی سوچوں نے اُسے آگھیرا تھا۔رہائش کا بندوبست،یونیورسٹی کی فیس اور ہر وہ محرومی جس کا اُسے سامنا تھا۔اِس معاشرے میں اکیلے سروائیو کرنا ھر چیز سے مشکل ھے۔وہ مزید کوئی دیری کئے بغیر اندر چلا گیا تھا۔

وہاں پہلے ھی نمبر پر ایک بڑی سی میز سامنے رکھے وہ موٹا تازہ شخص بیٹھا تھا۔حیدر نے اُس سے بات کرنے کی کوشش کی مگر لوگوں کے ہجوم کے باعث اُسے آگے پیچھے سے دھکے لگ رہے تھے۔وہ بمشکل ھی اُس آدمی کے پاس پہنچا تھا۔

"میں لڑنا چاھتا ھوں۔" وہ اُسکے میز پر جھکا اُسے دیکھتے ھوئے بولا تو موٹے آدمی نے ایک بیکار سی نگاہ اُس دبلے پتلے مگر قد آور سے نوجوان لڑکے پر ڈالی جس کی نگاھیں گہری بھوری تھیں۔

"کیا کہا؟" اُس آدمی نے نہایت ھی بدتمیز لہجے میں پوچھا تو حیدر کو لگا شاید شور کی وجہ سے وہ سُن نہیں پایا۔

"میں نے کہا کہ میں لڑنا چاھتا ھوں۔۔۔ باکسنگ کے لئے میرا نام درج کر دیں۔" وہ پہلے سے قدرے اونچی آواز میں بولا تھا۔

کیا کہا تھا اُس نے۔۔۔؟ وہ باکسنگ کرے گا؟

موٹے آدمی نے ایک سپاٹ سی نگاہ اپنے سامنے کھڑے نوجوان پر ڈالی۔ وہ اُسے بالکل بچہ لگ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"جاؤاور گھر جا کر سو جاؤ۔" وہ عام سے لہجے میں کہتا دوبارہ اپنے کاغذات اور پیسوں کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں نے کہا میرا نام درج کر دیں۔۔۔۔میں واقعی باکسنگ کروں گا۔" حیدر کو اُس آدمی پر بے حد غصہ آرہا تھا۔وہ شخص چند لمحے کے لئے ٹھہر کر اُسے دیکھتا رہا پھر ہلکا سا مسکرایا۔

"باکسنگ کا مطلب بھی جانتے ھو، بچے؟ یہاں عام لوگوں کو باکسنگ کی اجازت نہیں ھے۔۔۔ صرف پروفیشنلز ھی یہ کام کر سکتے ھیں۔اگر تم جیسے لوگوں کو ایسے مواقع دے دیۓ جائیں تو روزانہ ھم پر قتل کے کیس کیے جارھے ھوں۔"

اُس نے سختی سے کہہ کر اُس کے چہرے سے نظریں ہٹا لیں۔

"آپ میری جان کی فکر نہ کریں۔میں اگر مر بھی گیا تو آپ پر کوئی کیس نہیں ھوگا۔کیونکہ میرے پیچھے میری موت پر کیس کرنے والا کوئی نہیں ھے۔آپ بس

مجھے باکسنگ کرنے دیں۔ مجھے بے حد ضرورت ہے اِس وقت پیسوں کی۔" وہ التجائیہ انداز میں بولا تو اُس آدمی کے ماتھے پر بل پڑے۔

"کیوں تم اپنی جان کے دشمن بنے ہوئے ہو؟ جانتے بھی ہو کہ سامنے کون ہے؟ راکی۔۔۔ بڑے بڑے باکسرز اُس کے سامنے کچھ نہیں تمہیں تو پھر وہ چیونٹی کی طرح مسل دے گا۔"

"مجھے اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ مجھے چیونٹی کی طرح مسلتا ہے یا کسی اور مخلوق کی طرح۔۔۔ مجھے بس لڑنا ہے۔۔۔" وہ ایک بار پھر اُسے قائل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

سامنے بیٹھا وہ موٹا آدمی اُس سے بیزار ہونے لگا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ جاؤ اب یہاں سے۔۔۔ اگلی باری تمہاری ہو گی۔" وہ جان چھڑانے والے انداز میں بولا۔

حیدر کے چہرے پر پڑے بل سیدھے ہوئے تھے۔ایک طرف اُس نے سکون کا سانس لیا تھااور دوسری طرف اُسے خوف بھی محسوس ہوا تھا۔پتہ نہیں کون تھاوہ شخص،راکی۔۔۔جواُسے مسلنے والا تھا۔

اُس نے آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا تھا۔اُسکا نام پکارا گیا تو وہ باکسنگ گلوز اورماؤتھ گارڈ پہنے باکسنگ رِنگ کے اندر چلا گیا۔سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اُسکے پسینے چھوٹنے لگے تھے۔وہ شخص دیکھنے میں اُس سے چار گنا مضبوط اور طاقتور دکھائی دیتا تھا۔

حیدر کو سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ کیا کرے۔راکی نے ایک زوردار مکا اُسکے چہرے پر دیا تھا۔وہ توازن کھو کر پیچھے کو ھوا۔

اگلے پانچ منٹ میں حیدر اُس شخص کو ایک گھونسا بھی نہیں مار سکا تھا۔اور اُس نے حیدر کا حال مار مار کر بُرا کر دیا تھا۔وہ اُسے چیونٹی سے بھی زیادہ بُرے طریقے سے

www.novelsclubb.com

مسل رھا تھا۔ اُسکی پسلیاں، یوں لگ رھا تھا جیسے ٹوٹ ھی گئی ھوں۔ حیدر کے ناک منہ سے خون آ رھا تھا۔

"کس قدر ظالم ھو تم۔" اُس نے بند ھوتی آنکھوں سے کہا۔ راکی نے ایک آخری مکا اُسکے جبڑے پر مارا تو وہ ہوش کھو کر نیچے جا گرا۔

اُس رات جب اُسے ھوش آیا تو وہ ایک تاریک گلی کے کنارے پر پڑا تھا۔ چوٹیں اِس قدر تھیں کہ سیدھا نہیں ھوا جا رھا تھا۔ اُس نے بہت مشکل سے اُٹھ کر دیوار سے ٹیک لگائی۔ دیوار سے لگنے کے باعث پیچھے کمر پر موجود زخموں پر تکلیف ھوئی تھی۔ وہ کراہ کر رہ گیا۔

تاریکی میں بھی چہرے پر موجود بے بسی ارد گرد کی فضا میں بکھرتی ھوئی محسوس ھونے لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

اُس نے چند آنسو حلق میں اُتارے تھے۔ وہ رونا چاھتا تھا مگر رو نہیں پا رھا تھا۔ وہ اُس تنگ گلی سے اُٹھ کر گرتا پڑتا باھر کی طرف چلا گیا۔ اُسکا دماغ گھوم رھا تھا۔ اُسے محسوس ھوا تھا، یہ وہی گلی تھی جس کے باہر فٹ پاتھ پر وہ کچھ گھنٹے پہلے بیٹھا تھا۔

"کتنی بے حس ھے یہ دنیا۔۔۔ زخمی شخص کو دیکھ کر گلی میں پھینک دیا۔" وہ فقط سوچ کر رہ گیا۔

"خیر یہ زخمی ھونے کا فیصلہ بھی تو تیرا اپنا ھی تھا۔۔۔ اِس میں لوگوں کا کیا قصور۔۔۔ جینے کے لئے اور معاشرے میں عزت بنانے کے لئے مضبوط اور طاقتور ھونا ضروری ھے۔۔۔ یہ دونوں چیزیں تجھ میں نہیں ھیں حیدر۔۔۔" وہ اپنے آپ سے مخاطب لڑکھڑاتے ھوئے دوبارہ اُسی فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا۔

فجر ھونے والی تھی۔ وہ وہیں بیٹھا رھا۔ جانے کتنی ھی دیر وہ وہیں بیٹھا رھا تھا۔ ٹیک لگانے سے تکلیف ھوتی تھی۔ اُسے بیٹھ کر ھی یہ چند گھنٹے گزارنے تھی۔ اور پھر وقت تو ھوتا ھی گزرنے کے لئے ھے۔۔۔ چاہ نہ چاہ کر بھی گزر ھی جاتا ھے۔

تاریکی کچھ کم ھوئی تو اُس نے ارد گرد کی چیزوں پر غور کیا۔ شاید کچھ اُسکے کام آ جائے۔ انسان نہیں تو چیزیں سہی۔

اور پھر اُسکی نظر اپنے پیچھے دائیں جانب ذرا سے فاصلے پر ایک چھوٹے سے درخت کے قریب لگے نل پر پڑی۔ اُسکی نگاھوں میں تشکر اُبھرا تھا۔۔۔ کس کے لئے ؟ یہ اُس نے سوچا ھی نہیں۔

وہ دھیرے سے اپنی جگہ سے اُٹھتا اُس نل کے قریب پہنچا تھا۔ نل کھول کر اُس نے ھاتھ دھو کر اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔

پھر پورے بازو دھو کر آدھی ٹانگیں بھی دھوئیں۔ کپڑوں پر لگی دھول صاف کی تو پہلے سے کچھ بہتر محسوس ھوا۔

چہرے پر آئے زخموں پر پانی لگنے کی وجہ سے خاصی تکلیف ھوئی تھی مگر اُس نے پانی سے سارے زخم دھوڈالے تھے۔ پانی کو دیکھ کر پیاس بھی لگنے لگی تھی۔ اُس نے ایک ھی سانس میں جانے کتنا زیادہ پانی پی لیا تھا۔

پھر ذرا سی گردن اوپر اُٹھا کر سیدھی کی۔ تکلیف سے ذرا سکون ملا تھا۔

اُس صبح وہ آرام نہیں کر رہا تھا نہ ھی اُس نے اپنے زخموں پر کوئی مرہم رکھا تھا۔ وہ صبح سے لے کر مغرب تک عام سے عام نوکری کی تلاش میں لگا ھوا تھا مگر کہیں بھی کوئی موقع نہیں ملا۔ وہ تھک ھار کر اُسی فٹ پاتھ پر آ بیٹھا تھا۔ سارا دن سڑکوں پر پھرتے ھوئے، دکانوں میں جا جا کر لوگوں سے پوچھتے ھوئے وہ خود کو کتنا بے بس محسوس کر رھا تھا۔ مگر سفر تو ابھی شروع ھی ھوا تھا۔ اور شروعات ھمیشہ مشکل ھی لگتی ھے۔ تین دن تک وہ یونہی مارا مارا پھرتا رھا تھا۔ وہاں اُسکے چند دوست بھی تھے مگر وہ جانے کس سوچ کے تحت اُن کے پاس نہیں گیا تھا۔ وہ اُن کے پاس کیوں جاتا بھلا؟ کیا وہ خود کچھ نہیں کر سکتا تھا؟ اگر خود کو کسی قابل بنانا تھا تو کسی کے پاس کیوں جاتا؟ اگر آگے بڑھنے سے پہلے کسی سے مدد مانگتا تو ساری عمر اُسکے احسان کے نیچے دبتا چلا جاتا۔ کیا وہ اِتنا بھی خوددار نہیں تھا کہ اپنے ھی جینے کے لئے کچھ کر

سکے؟ بہت ساری سوچیں تھیں جو اُسے کسی بھی جاننے والے سے مدد طلب کرنے سے روک رہی تھیں۔

ایک ہفتے کے بعد جب وہ نوکری ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک چکا تھا تو ایک ڈھابے پر رُک گیا۔ تین دن پہلے بھی وہ یہیں چائے پینے آیا تھا۔ ادھار لئے گئے چند پیسے تھے جو ابھی بھی اُس کی جیب میں تھے۔

ڈھابے پر ایک پندرہ یا سولہ برس کا بچہ تھا جو چائے بناتا تھا۔ اُس کا نام ذیشان تھا۔ حیدر اُس کے پاس کھڑا ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگا۔ وہ بچہ اُسے خوامخواہ ہی اچھا لگ رہا تھا۔

"آپ کیا کرتے ہو؟" ذیشان نے پوچھا تو حیدر مسکرایا۔ چہرے پر آئے زخم اب مندمل ہونے لگے تھے۔

"آجکل تو میں نوکری ڈھونڈتا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو ذیشان نے چائے کپ میں ڈالتے ہوئے اُسے ناسمجھی سے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"آپ نوکری ڈھونڈتے ھیں؟ تو کیا نوکری ملی پھر؟"

"نہیں۔"

"میرے پاس ایک نوکری ھے۔" وہ چائے اُسکی طرف بڑھاتے ھوئے بولا۔

"کہیں مجھے چائے والا تو نہیں بنانے والے؟" حیدر نے جانچتی نظروں سے اُسے دیکھا۔

"ارے نہیں حیدر بھیا۔۔۔ میرا ایک جاننے والا ھے، بلکہ میرا جاننے والا نہیں بس ایک دو بار بات کی تھی اُس سے، اُسکے ہوٹل میں چلے جاؤ تمہیں نوکری مل جائے گی۔" وہ جیسے چٹکی بجاتے ھوئے حل بتانے لگا۔

"کیا بات کر رھے ھو؟ اتنے دن سے پتہ نہیں کتنے ریسٹورنٹس گھوم چکا ھوں، کوئی کہیں بھی رکھنے کو تیار ھی نہیں۔" حیدر وہیں اُسکے قریب کھڑا چائے پی رھا تھا۔

"ارے نہیں۔۔۔وہ بہت اچھا ھے،اُس نے مجھے بھی کہا تھا کہ میں اُسکے ساتھ کام کروں مگر مجھے اِس ڈھابے سے محبت ھے،اِسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا میں،اِسی لئے تمہیں کہہ رہا ھوں کہ چلے جاؤ، تمہیں نوکری مل جائے گی۔۔۔۔چلو ابھی لے چلتا ھوں۔" وہ چائے والے برتن پر ڈھکن رکھتے ھوئے سیدھا ھوا۔حیدر نے میکانکی سے انداز میں اُسے دیکھا۔

"اچھا رکو۔۔۔چائے تو پینے دو۔"

اُس دن ذیشان کی وجہ سے اُسے یونیورسٹی لگنے سے ایک ماہ پہلے ہوٹل میں نوکری مل گئی تھی۔مگر ایک ماہ کی تنخواہ کم تھی۔وہ اِس سے اپنی یونیورسٹی کی فیس پوری نہیں کر سکتا تھا۔اگلے ہفتے وہ دوبارہ باکسنگ کے لئے اُسی جگہ گیا تھا۔

وہ موٹا آدمی اُسے دیکھ کر حیران ھوا تھا۔

"تم زندہ ھو؟"حیدر کو دیکھ کر اُس کا ردِ عمل بہت حیران کن تھا۔اور وہ اُسے ایک بار پھر قائل کرنے لگا تھا۔

"تم مجھ پر کیس کروا کر ھی چھوڑو گے۔" اُس شخص نے کہا۔

اور وہ اِس بار مسکراتا ھوا رِنگ میں داخل ھوا تھا۔ آج وہ ھوا میں ھی بازو چلاتا رھا تھا اور جب غلطی سے مقابل کو ایک مکا پڑ گیا تو وہ خوشی کے مارے بے ھوش ھونے کو تھا۔ مگر اُسکا ایک مکا سامنے والے کو روک نہیں سکتا تھا۔ اُس نے حیدر کی حالت بُری کر دی تھی۔

اور آج بھی ہوش میں آنے پر اُس نے خود کو اُسی تاریک گلی میں پایا تھا۔

وہ کراہتے ھوئے اُٹھ کر سیدھا ھوا۔ اور اب یہ ھر ہفتے کے بعد اُس کا معمول بن گیا تھا۔ وہ ایک ہفتے کے بعد باکسنگ کے لئے جاتا تھا۔ اور ہر بار بے ھوشی کی حالت میں ھی واپس آتا تھا۔ اور اب تو وہ لڑنے کی پریکٹس بھی کیا کرتا تھا۔ سارا دن ریسٹورنٹ میں کام کرنے کے بعد آدھی رات تک وہ باکسنگ کے لئے پریکٹس کرتا اور چند گھنٹے آرام کی غرض سے لیٹ جاتا۔ رہائش کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں ھو پایا تھا۔ جس شخص کے ریسٹورنٹ میں وہ کام کرتا تھا اُسکا نام راشد تھا وہ اُسی کے گھر کے

ساتھ ھی ایک چھوٹے سے کمرے میں رات گزارتا تھا۔ جس کے پیسے وہ اُسکی تنخواہ سے کاٹ لیا کرتا تھا۔

یونیورسٹی لگنے سے ایک ہفتہ پہلے بھی وہ اُسی رِنگ میں موجود تھا۔ مگر اِس بار اُسکی آنکھوں میں وہ پہلے دن والا خوف نہیں تھا۔ یہ وہ حیدر تھا ھی نہیں جو پہلے دن اِس باکسنگ رِنگ میں کھڑا تھا۔ وہ حیدر کسی کا بنایا گیا تھا۔ اور یہ حیدر خود بن رہا تھا۔

آج وہ تیسری مرتبہ اُس شخص کے مقابل کھڑا تھا جس کا نام راکی تھا۔

"آج کی رات بدلے کی رات ھے راکی۔" حیدر نے باکسرز کی طرح ھاتھ سامنے کر رکھے تھے۔ راکی کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ اُبھری۔

"کتنی بار مار کھائی ھے تم نے ____ لیکن ماننا پڑے گا، بہت مضبوط ھو تم۔" اُس نے طنزاً کہا اور غصے سے آگے بڑھا۔ مکے کا رُخ حیدر کے چہرے کی طرف تھا۔ مگر وہ بڑی پُھرتی سے اپنے چہرے کی طرف آتے اُسکے مکّے کو روک چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

اُس نے اپنی بھوری نگاھیں راکی کی نگاھوں میں گاڑی ھوئی تھیں۔

"آج دفاع بھی ھوگا اور وار بھی۔" وہ سرد آواز میں بولا اور پھر اُسکے بازو کو موڑ دیا۔

راکی بالکل ہلکا سا کراہا تھا۔ وہ اپنا بازو چھڑواتے ھوئے دوبارہ اُس پر حملہ آور ھوا۔ اُس نے حیدر کے پیٹ میں گھونسا دیا تو وہ پیچھے کو لڑکھڑایا۔

مقابلہ بہت سخت ھوتا جا رھا تھا۔ وہ دونوں ھی نہیں ہار رھے تھے۔ دونوں کے منہ سے خون آرھا تھا۔ حیدر کی آنکھوں میں غصہ تھا، نفرت تھی، جنون تھا، اپنے ساتھ ھوئی زیادتی کا غصہ، اور اپنے ساتھ ھوئی زیادتی کا بدلہ لینے کا جنون۔ ہر چیز آنکھوں کے سامنے آنے لگی تھی۔ باپ کا تلخ چہرہ، ماں کی خاموش پکار، بہن کی معصوم التجا۔ اُس نے ایک دم ھی آنکھیں بند کرلیں۔

راکی تیزی سے اُس کی طرف بڑھا تھا۔۔۔ ایک آخری وار کرنے کے لئے۔ مگر بالکل اُسکے قریب پہنچ کر وہ رُک گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

نہیں وہ رُکا نہیں تھا۔۔۔اُسے روک لیا گیا تھا۔ بھوری آنکھوں میں نمی، تکلیف اور نفرت تھی۔

وہ راکی کو گردن سے دبوچے نیچے لے گیا تھا۔اور پھر اُس کے اوپر جھک کر حیدر نے مکے مار مار کر اُس کے چہرے کی حالت بُری کر دی تھی۔

راکی اپنے ہوش کھونے لگا تھا۔اُسکی آنکھیں سوج کر سیاہ ہو چکی تھیں۔وقت ختم ھو چکا تھا۔ مگر حیدر نے اُسے ابھی تک نہیں چھوڑا تھا۔دو تین آدمی اُسے کھینچ کر وہاں سے لے گئے تھے۔

یہ اُسکا یہاں پانچواں کھیل تھا اور یہ اُسکی پہلی جیت تھی۔اُسے یہاں سے اتنی رقم مل گئی تھی کہ وہ اپنی فیس ادا کر سکتا۔اُس نے دل ھی دل میں شکر ادا کیا تھا۔

اور جب وہ اُس موٹے آدمی کے سامنے گیا جس کا نام پوچھنے کی اُس نے کبھی زحمت نہیں کی تھی تو اُسکے زخمی چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔۔فاتحانہ مسکراہٹ۔وہ شخص آج بھی ویسا ھی بیزار نظر آرھا تھا۔

"شاید اِس کی بیوی اِس سے روٹھی رہتی ھے۔" حیدر نے یہی سوچ کر خود کو تسلی دی تھی۔

اگلے دن وہ ریسٹورنٹ میں موجود تھا۔ راشد نے اُسے دیکھتے ھی اُسکے زخموں کے متعلق پوچھا تھا۔ جسے وہ بڑی بے نیازی سے ٹال گیا تھا۔

"پرانے زخم ھیں، بس ہر روز تازہ ھو کر سامنے آجاتے ھیں۔" اُس نے عام سے لہجے میں کہا تھا۔

یونیورسٹی لگنے کے بعد وہ اُسی ریسٹورنٹ میں پارٹ ٹائم جاب کرنے لگا تھا۔ راشد نے اب اُس کی رہائش کے پیسے اُسکی سیلری سے کاٹنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اُسے جاننے لگا تھا اور وہ جان گیا تھا کہ وہ کتنا سادہ انسان ھے۔

حیدر نے اپنے اِس سمیسٹر کے اخراجات یونہی ہر دم محنت کر کے اُٹھائے تھے۔ اور اب وہ باکسنگ بھی کیا کرتا تھا۔ اُس نے کچھ اور کلبز بھی دیکھے تھے۔ وہ اِس میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ اُسے ایک منٹ کا بھی وقت نہیں ملتا تھا کہ اپنی کمر سیدھی کر

سکے۔ شاید اُس نے اب اپنی لغت سے آرام و سکون کا لفظ ھی مٹا دیا تھا۔ وہ یونیورسٹی سے آکر نوکری پر جاتا پھر رات کو باکسنگ کرتا اور اُسکے بعد پڑھائی۔ زندگی بہت مشکل ھوگئی تھی جب سے یہ اُسکے اپنے ذمے آئی تھی۔ دوسروں پر منحصر ھوکر رہنا آسان ھوتا ھے تب تک جب ھمیں ھماری اپنی قدر نہیں ھوتی۔ جب اپنے وجود کی قدر ھونے لگتی ھے تو انسان دوسروں پر سے بوجھ ہٹا لیتا ھے۔

چھ ماہ یوں ھی گزر گئے تھے۔ اُسکا رزلٹ بھی آگیا تھا مگر اِس بار اُسکے گریڈز ویسے ھی تھے جیسے پچھلی مرتبہ تھے۔ بلکہ ایک پوائنٹ کم ھوگیا تھا اور اُسے اِس بات پر بے حد غصہ آیا تھا۔ وہ اتنا عام دماغ رکھنے والا شخص نہ تھا کہ آگے بڑھنے کے بجائے پچھلے پر ھی قائم رھتا۔ اُس نے ھمیشہ خود کو پہلے سے بہتر کرنا سیکھا تھا۔ مگر اِس بار وہ بہتر نہیں کر پایا تھا۔ اُس رات وہ اِس سارے عرصے میں پہلی بار گہری نیند سویا تھا۔ یہاں تک کے وہ باکسنگ کے لئے بھی نہیں گیا تھا۔ نہ ھی اُس نے کسی قسم کی

کوئی پریکٹس کی تھی۔وہ ریسٹورنٹ سے آکر سید ھالیٹ گیا تھااور سوچتے سوچتے کب وہ سو گیااُسے خبر ھی نہیں ھوئی۔ صبح جب اُسکی آنکھ کُھلی تووہ حیران ھوا تھا۔

کیا کوئی غصے اور پریشانی میں بھی سو سکتا ھے؟اُسے تو کبھی بھی اِس حالت میں نیند نہیں آئی تھی۔

مگر شاید پریشانیاں اور اُلجھنیں اِس قدر بڑھ گیئں تھیں کہ اگر وہ جاگتا رھتا تو سوچ سوچ کر اُسکا دماغ پھٹ جاتا۔

اُس نے بس یہی سوچا تھا۔

وہ یہ نہیں سوچ پایا تھا کہ اُس پر نیند طاری کرنے والی ذات کون تھی اور اُس کی کیا مصلحت تھی۔

چند دنوں کی چھٹیوں میں وہ جانے اپنے ذہن کی کتنی ھی جمع تفریق کرتی سوچوں سے لڑتا رھا تھا۔وہ ذہنی انتشار کا شکار تھا۔وہ اپنے پیار کرنے والوں کو یاد کیا کرتا

تھا۔اُس نے ایک فون بھی لے لیا تھا مگر اِس فون میں اُسکی بہن کا نمبر نہیں تھا۔وہ دونوں جو اپنی ہر اُلجھن ایک دوسرے کو بتایا کرتے تھے۔وہ دونوں اکیلے ھی اپنی اپنی اُلجھنوں کا سامنا کر رھے تھے۔کس قدر بدنصیب ھوتا ھے وہ شخص جو دو محبت کرنے والوں کی جدائی کا سبب بنے۔

اگلا سمیسٹر شروع ھوا تو وہ دوبارہ معمول پر آگیا تھا۔وہ دوبارہ وہی حیدر بن گیا تھا۔ اپنے آپ سے اجنبی حیدر، جس کے پاس کبھی بھی نہ کسی اور کے لئے اور نہ ھی اپنے لئے وقت ھوتا تھا۔

اور پھر ایک روز جب وہ یونیورسٹی کے بعد ریسٹورنٹ میں تھا تو اُس کا سامنا سر توصیف سے ھوا۔وہ خاصے حیران ھوئے تھے حیدر کو اِس حالت میں دیکھ کر۔وہ حیدر کو ذاتی طور پر بھی جانتے تھے اور جانتے تھے کہ اُسکے فادر کتنے بڑے بزنس مین تھے لیکن اُن کا بیٹا ایک ریسٹورنٹ میں ویٹر تھا یہ بات اُنہیں سمجھ نہیں آئی تھی۔

وہاں تو اُنہوں نے حیدر سے کچھ نہیں کہا مگر اگلے ھی دن اُنہوں نے حیدر کو اپنے آفس میں بلوایا تھا۔

وہ نرم مزاج رکھنے والے خوش اخلاق انسان تھے۔اور صحیح معنوں میں اُستاد کہلانے کے قابل تھے۔کیونکہ وہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ اسٹوڈنٹس کی راہنمائی بھی کرتے تھے۔

حیدر کا اُن کے ساتھ بہت عزت واحترام کا تعلق تھا۔وہ اُن کے سامنے بیٹھا تھا۔سر توصیف نے اُسے غور سے دیکھا۔

چہرے پر چوٹوں کے نشانات واضح تھے۔گردن بھی ایک طرف سے سُرخ ھو رھی تھی۔آنکھیں کھنچی کھنچی سی تھیں۔

"کیا کرتے پِھر رھے ھو؟تمھارے باپ کو علم ھے کہ تم ایک ریسٹورنٹ میں ویٹر کا کام کرتے ھو،اور ہر ہفتے کے بعد تمھارا باکسنگ کرنا ضروری ھوتا ھے؟"سر

توصیف، جن کا لہجہ ہر دم نرم ہوتا تھا وہ سختی سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

حیدر نہیں جانتا تھا کہ اُنہیں باکسنگ کے بارے میں کیسے پتہ چلا لیکن اُس نے پھر بھی حیرت ظاہر نہیں کی۔

"اب کچھ بولو گے بھی یا اگلی وضاحت بھی میں ہی دوں گا؟" اُسے سر توصیف کی ڈانٹ سمجھ نہیں آئی تھی۔ کیونکہ آج سے پہلے اُنہوں نے کبھی اُسکے ساتھ ایسے بات ہی نہیں کی تھی۔ مگر وہ پھر بھی تحمل سے بولا۔

"نہیں۔۔۔وہ نہیں جانتے۔"

"اور کیا ضرورت پیش آئی تمہیں یہ قدم اُٹھانے کی؟" وہ اب نرم ہوئے تھے۔

"میرے پاس اور کوئی راہ نہیں تھی۔۔۔ریسٹورنٹ میں بھی بہت مشکل سے نوکری ملی ہے، اور اُسکے اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ سارے اخراجات اُٹھا سکوں، اِس

وجہ سے باکسنگ بھی کرنی پڑتی ھے۔۔۔ لیکن اب تو وہ بھی کم ھی کرتا ھوں۔" وہ خطرناک حد تک صاف گو تھا۔

"اخراجات؟ لیکن جہاں تک میں جانتا ھوں، تمہارے اخراجات تو مسٹر حسن اُٹھاتے ھیں، پھر تمہیں کیا ضرورت ایسی نوکریاں کرنے کی؟" اُن کے ماتھے پر بل پڑے۔

"مسٹر حسن مجھے بہت پہلے ھی اپنی زندگی سے نکال کر باہر پھینک چکے ھیں، اب اُن کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔اِس لئے اپنے اخراجات مجھے خود ھی اُٹھانے ھیں۔"

www.novelsclubb.com

وہ معمولی انداز اپناتے ھوئے بولا۔ سر توصیف کی آنکھوں میں حیرت و نا سمجھی کے ملے جلے تاثرات تھے۔

"کیا مطلب؟"

اور حیدر نے اُنہیں ساری بات بتادی تھی کہ اُسے کیوں اور کیسے گھر بدر کر دیا گیا تھا۔ یہ سب بتاتے ھوئے بھی اُس کا لہجہ معمولی ھی رھا۔ غصے، نفرت یا تکلیف کے کوئی بھی آثار اُسکے چہرے پر نظر نہیں آئے تھے۔ سامنے والے کو کیا علم کے وہ محسوس کم کرتا تھا یا ظاہر کم۔

مگر سر توصیف کے چہرے پر تاسف ظاہر تھا۔ وہ اُسے ہمدردی سے دیکھ رھے تھے۔

"تو تم اب کہاں رھتے ھو؟" اُنھوں نے اُسکی ساری بات کے جواب میں پوچھا تو وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"رھتا کہاں ھوں سر۔۔۔رات گزارتا ھوں۔" وہ بولا۔

"مجھے بہت افسوس ھے حیدر۔۔۔۔جو کچھ بھی تمہارے ساتھ ھوا وہ نہیں ھونا چاھئے تھا۔ مجھے حیرت ھے کہ حسن جیسا شخص کیسے جذبات میں آکر اتنا احمق فیصلہ لے سکتا ھے۔ تم اگر برا نہ مانو تو میرے ساتھ میرے گھر میں رہ سکتے ھو تم۔ کسی

قسم کی کوئی تنگی نہیں ھو گی تمھیں۔" اور اُن کی بات پر پہلی بار حیدر نے اُنہیں حیرت سے دیکھا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رھے ھیں سر؟" حیدر کو سمجھ نہیں آیا کیا کہے۔

سر توصیف نے میز پر ذرا آگے جھک کر اُسے نرم انداز میں دیکھا۔

"اگر میرے پاس تم جیسا بیٹا ھوتا نا حیدر۔۔۔ تو میں ہر چیز وار دیتا اُس پر۔۔۔ یہ جائیداد کیا چیز ھے اولاد کے سامنے۔ مگر حقیقت تو یہ ھے جس کو جو چیز میسر ھوتی ھے اُسے اُسکی قدر ھی نہیں ھوتی۔۔۔ یہ دُکھ تو کوئی اُن سے پوچھے جن کی اولاد نہیں ھے۔ میرا ایک سترہ برس کا بیٹا تھا۔ کینسر کی وجہ سے وہ مجھے چھوڑ کر اِس جہانِ فانی سے رخصت ھو گیا۔" اُن کی آنکھیں نم ھوئیں۔ اور نم تو حیدر کی آنکھیں بھی تھیں۔ کتنے مختلف ھوتے ھیں لوگ ایک دوسرے سے۔ اور قدر تو اُنہی کو ھوتی ھے جنہوں نے محرومیاں سہی ھوتی ھیں۔

"اگر تم چاھو تو ایک باپ سے بڑھ کر پیار دے سکتا ھوں میں تمہیں۔اگر تمہیں اعتراض نہ ھو بیٹا بننے میں۔" وہ پُر امید نگاھوں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔حیدر جانے کتنے ھی پل خاموش اُن کے سامنے بیٹھا رھا۔

"دیکھو حیدر۔۔۔۔۔یوں تو ھم کہتے ھیں کہ انسان کا کوئی نعم البدل نہیں ھوتا۔۔۔اِس لئے کہ جو جاچکا ھے اُس جیسا کوئی نہیں لگتا۔۔۔اُس جیسا ملنا بہت مشکل ھوتا ھے۔

مگر سچ تو یہ ھے کہ انسان ھی کسی دوسرے انسان کے خلا کو بھر سکتے ھیں،اور اگر بھر نہیں سکتے تو کم از کم اُس خلا کو ایک حد تک بند تو کر ھی سکتے ھیں۔اُمید کبھی بھی ختم نہیں ھوتی حیدر۔"اُن کی آنکھوں میں کرب تھا۔

حیدر جانتا تھا اپنوں سے دوری کا دُکھ۔وہ کیسے کسی باپ کو یوں نظر انداز کر کے آگے بڑھ سکتا تھا۔وہ اپنے لئے نہ سہی مگر اُن کے لئے اُن کے ساتھ رھنے پر تیار ھو گیا تھا۔مگر وہ اُسکے اُستاد تھے۔وہ ھمیشہ اپنے آپ کو ایک حد میں رکھنے کی کوشش

کرتا۔ شروع میں وہ ریسٹورنٹ بھی جاتا رھا تھا۔اُس نے اُنہیں صاف طور پر کہا تھا کہ وہ اُن پر منحصر ھو کر نہیں رھنا چاھتا۔

مگر سر توصیف نے اُسے قائل کر لیا تھا۔وہ اُسکے اخراجات اُٹھانے کے لئے بھی تیار تھے۔

کیا ایسے لوگ ھمارے اپنے گھر میں نہیں ھو سکتے؟ حیدر نے سوچا تھا۔

وہ اب اللہ سے شکوے کرنے لگا تھا۔اُسے خبر ھی نہیں ھوئی کہ یوں اللہ سے شکوے کرتے کرتے وہ کب اپنے ھر معاملے میں اللہ سے مخاطب ھو جاتا تھا۔پھر چاھے شکوہ کرنے کے لئے ھی سہی مگر وہ اُس سے مخاطب ھوتا تھا۔ایک ربط تھا جو قائم ھو گیا تھا۔

"کیا اللہ صرف جدا کرنا ھی جانتا ھے؟ ہر دوسرا شخص یہاں کسی نہ کسی کے لئے تڑپ رھا ھے۔۔۔ تکلیفیں بھی تو اللہ ھی دیتا ھے پھر اُن تکلیفوں سے نجات کا ذریعہ بھی بھیجے۔" وہ محض ایک طرف سے سوچ رھا تھا۔کیونکہ اُسے سکون میں رہ

کر بھی سکون محسوس نہیں ھوتا تھا۔اور پھر ایک روز اُسے اتفاق ھوا کہ وہ قرآن پڑھے۔اور کچھ اتفاق محض اتفاق نہیں ھوا کرتے۔اُس نے مسز توصیف کے کہنے پر سورۂ معارج ترجمے کے ساتھ پڑھی تھی۔اور اُس روز اُسکی کیفیت نا قابل بیان تھی۔وہ پہلی بار قرآن کو اِس طرح پڑھ رھا تھا۔اور اُسکے آنسو نہیں رُک رھے تھے۔لگ رھا تھا جیسے دل درد سے پھٹ جائے گا۔حیدر نے اُس دن پہلی بار اللہ سے معافی مانگی تھی۔اِس بات کی معافی کے وہ اتنے سال اپنے رب سے بے خبر رھا۔اپنے ہر گناہ کی معافی مانگی تھی اُس نے۔اِس قدر شدت سے کہ اُس کا دل موم ھو گیا تھا۔اُس روز ہدایت کا دروازہ کھلا تھا۔

www.novelsclubb.com

"وہ انسان جو تکلیف میں ھو تو وہ قرآن پڑھے۔۔۔۔وہ انسان جسے اللہ سے کوئی شکوہ ھو تو وہ قرآن پڑھے۔۔۔اور ہر وہ انسان قرآن پڑھے جو بے بس ھے۔" مسز توصیف نے اُسے قرآن پکڑاتے ھوئے یہی الفاظ کہے تھے۔

اور ماسٹرز مکمل ھونے کے بعد اُس نے اگلے ایک سال میں محض قرآن پر اور اسلام پر سرچ کا کام کیا تھا۔اور یہ کام کئی سال تک جاری رھنے والا تھا۔

جس لمحے حیدر اپنی دنیا میں واپس لوٹا تھا اُسکے چہرے پر کرب کے ساتھ ساتھ سکون بھی تھا۔کیا کبھی کسی نے ایسا امتزاج دیکھا تھا کہ تکلیف میں ھو کر بھی کوئی تکلیف میں نہ لگے۔وہ بالکل ویسا ھی لگ رھا تھا۔یونیورسٹی کے در و دیوار نے لوگوں کے ہجوم میں اُس شخص کی خاموشی سنی تھی۔اور ہر چیز ہر شے میں اپنی ھی خصوصیت ڈھونڈتی ھے۔

اُسکے چہرے پر تھکن اُبھری تھی۔اور پھر ایک گہرا سانس لیتے ھوئے وہ آگے بڑھ گیا۔

ماضی کے خیالات،ماضی کے زخم اور ماضی کی ہر تلخ یاد دسمبر میں تازہ کیوں ھو جاتی ھے،یہ سوال اُسکے لئے اب بھی سوال ھی تھا۔

★★★★★

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

www.novelsclubb.com